رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۱)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی ....

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد ۲ | ۲۰ تیر ۱۳۵۳ف | ۱۹ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ | ۱۳ مئی ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۵)

یقین ہے کہ حکومت برطانیہ بھی یار وفادار کا ساتھ دے گی

"مجھے اپنی رعایا بہت عزیز ہے"

جدید مقننہ کا قیام عوام سے بہتر ربط قائم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا

حضرت ظل سبحانی کے سایہ عاطفت میں اپنی پچیس سالہ مدت کی تکمیل پر باب حکومت نے جو قرارداد عقیدت پیش کی تھی اس کے جواب میں پیشگاہ خسروی سے حسب ذیل فرمان شرف صدور لایا۔

الحمد للہ کہ باب حکومت جس کو میں نے ملک کی فلاح و بہبود کی خاطر قائم کیا تھا اس نے پچیس سال کا ابتدائی دور خیر و خوبی سے پورا کیا۔ باب حکومت نے اس موقع پر جو معروضہ عقیدت پیش کیا ہے میں اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اس میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس پر اظہار خوشنودی کرتا ہوں۔ مجھے مسرت ہے کہ اس دوران میں باب حکومت کی جو صدر اعظم اور صدر المہام ما سبق رہے اور جو فی الوقت مامور ہیں انھوں نے ملک و مالک کی بہی خواہی اور وفاداری کو اپنا اولین فرض سمجھا۔ اور اپنے فرائض کی ذمہ داری کو خوبی سے پورا کیا۔ مجھے توقع ہے کہ باب حکومت کی کارگزاری کا معیار بلند سے بلند تر ہو جائے گا۔ اور میری حکومت کو بہت ترقی حاصل ہوگی۔

ف۔ دنیا میں جو انقلاب کی آندھیاں چل رہی ہیں اور جنگ کے جو طوفان برپا ہیں جن کی تاریخ عالم میں ان کی نظیر نہیں ملتی اور مل ہی نہیں سکتی کہ سابق میں ایسے وسیع پیمانہ پر تنظیم عمل کے مواقع حاصل نہ تھے۔ کاش یہ مواقع اشاعت فساد کے بجائے قیام امن و امان اور انسانی ترقی کے وسائل بڑھانے میں کام آتے۔ بہرحال ظلم کا انجام معلوم ہے اور حق کی فتح یقینی ہے۔ ہم بھی حق کی طرفداری میں سلطنت برطانیہ کے ساتھ قدیم اتحاد کا حق حتی الوسع ادا کر رہے ہیں۔ اور یقین ہے کہ حکومت برطانیہ بھی اس قدیم یار وفادار کا ساتھ دے گی۔

ف۔ مجھے اپنی رعایا بہت عزیز ہے اور اس کی فلاح و بہبود دل سے مقصود ہے لہٰذا میری حکومت کا فرض ہے کہ ملک کی ترقی و خوشحالی کے واسطے جو تدابیر ضروری ہوں ان کو میری ہدایت کے تحت موقع بموقع جلد اختیار کرے۔ مجھے اس کی بھی توقع ہے کہ جدید مقننہ کا قیام اہم ملکی مسائل کی نسبت رائے عامہ معلوم کرنے اور عوام سے بہتر ربط و تعلق قائم کرنے میں حکومت سرکار عالی کے لیے ممد و معاون ثابت ہوگا اور بعد از جنگ تنظیم باب حکومت میں بھی حالات زمانہ کے لحاظ سے مناسب ترمیم کی نسبت غور کیا جا سکے گا۔

سب کے ساتھ میری بھی دلی دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ مملکت آصفیہ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے اور اس کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا

۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ — ظلہم العالی

شرف دستخط مبارک اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی

عرضداشت باب حکومت

ماشاء اللہ جلالت مآب اعلیٰحضرت حکیم السیاست آصف جاہ سابع شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کا عہد میمنت مہد مملکت آصفیہ کی تاریخ میں یوں تو ہر ایک اعتبار سے درخشاں ہے لیکن ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ بھی کیا مبارک دن تھا کہ حضرت حکیم السیاست کی مدبرانہ فرمانروائی نے حکومت آصفیہ کو حیات تازہ بخشی یعنی اس تاریخ بذریعہ فرمان خسروی باب حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اقتضیات زمانہ کے ساتھ ساتھ مملکت آصفیہ نے بھی وسعت و رفعت میں ترقی کی اور ترقی کا یہ سلسلہ حالات حاضرہ کے لحاظ سے گو مستقل طور پر جاری ہے حکومت کے ساتھ خاص و عام سب طبقوں کا ربط و تعلق زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہو رہا ہے تاکہ اہل ملک کے اتحاد اور تعاون کے بہترین نتائج حاصل ہوں۔

ف۔ زمانہ نے جو رنگ بدلا ہے اور حکومتوں کو جو نت نئے دشوار مراحل پیش آ رہے ہیں تاریخ عالم میں ان کی نظیر کم ملتی ہے خاص کر عالمگیر جنگ کے طوفان میں ملک کے ... بالا نظر آتے ہیں۔ انسانی قوت ...

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۷)

خطاب بہ تاجدار دکن

نظم از علامہ اقبالؒ

اس نظم کو جناب تصدق حسین صاحب تاج نے ہفتہ اقبال کے سلسلہ میں نہایت آب و تاب سے شائع کیا تھا۔ یہ وہ نظم ہے جو علامہ اقبال کے کسی مجموعہ میں نہیں۔ عقیدت کیشان دولت آصفیہ کے لئے مقام مسرت ہے کہ اقبال جیسے شاعر و مفکر نے اس نظم میں شہریار دکن سے گہری عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ خسرو دکن کی شبیہ مبارک اور علامہ اقبال کی فوٹو سے مزین ہے۔ نظم [illegible] سائز پر آفسٹ میں نقش جلیبر کارڈ پر شائع کی گئی ہے۔ قیمت [illegible] آنے [illegible]

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴ | ۱۰ مہر ۱۳۵۳ف | نمبر (۵)

کھری کھری باتیں

ہفتہ اقبال کے پہلے جلسہ میں تحریک صدارت کی تائید کرتے ہوئے مولوی اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر نے اپنے پیشرو مولوی بہادر خاں صاحب کو مسلم عوام کے واحد نمائندے کے لقب سے یاد کیا۔ مولوی اکبر علی خاں صاحب کی تقریر کے اس جزو کی حیدرآباد کی پبلک زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلم اور غیر مسلم حلقوں میں مختلف تعبیریں کی جارہی ہیں۔ اس لئے یہاں اس مسئلہ کی وضاحت کردینا بے محل نہ ہوگا۔

مجلس اتحاد المسلمین اضلاع بیرون کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولوی بہادر خاں صاحب نے حاضرین جلسہ سے دریافت کیا کہ:-

"قومی وزیر کی حیثیت سے اعلیٰحضرت مسلمانوں میں سے جس شخص کا انتخاب فرمائیں کیا وہ شخص مجلس اتحاد المسلمین کے سرپرستوں کے سوا کسی اور جماعت کا فرد ہوسکتا ہے؟ کیا وہ انتخاب انجمن اتحاد و ترقی سے ہوسکتا ہے؟"

اخبارات میں جو روئداد شائع ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاضرین جلسہ نے جواب دیا اور بیشک جواب دیا "ہرگز نہیں"۔ مولوی بہادر خاں صاحب کا سوال اس وجہ سے غلط اور شر انگیز تھا کہ جماعت اتحاد و ترقی کے نہ تو مسلم ارکان نے کبھی مسلم عوام کی نمائندگی کا دعویٰ کیا اور نہ ہندو ارکان نے ہندو عوام کی نمائندگی کا۔ اس لئے مولوی بہادر خاں صاحب کا سوال بے معنی اور غیر ضروری تھا البتہ ان کے سامعین کا جواب بالکل درست تھا۔

ٹاؤن ہال کے جلسہ میں مولوی بہادر خاں صاحب کو مسلم عوام کا نمائندہ کہہ کر مولوی اکبر علی خاں صاحب نے اس کی حقیقت کا اعادہ کیا کہ وہ خود مسلم عوام کی نمائندگی کے مدعی [illegible] نہیں ہیں۔ جماعت اتحاد و ترقی نے کبھی مسلم یا ہندو عوام کی نمائندگی کا دعویٰ نہیں کیا البتہ اس کو ہمیشہ یہ اصرار رہا ہے کہ حضرت آصف جاہ سابع کی جملہ مسلم رعایا اور خاص کر اس کا سنجیدہ اور مسائل پر غور و فکر کرنے والا طبقہ مولوی بہادر خاں صاحب کے ہنگامہ خیز اور غیر متوازن مسلک کا کبھی حامی نہیں رہا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ ہندو رعایا کا ہر فرد نہ کانگریسی ہے نہ مہاسبھائی، اور نہ آریہ سماجی۔ ممالک محروسہ کے باشندوں میں ایسے ہندو اور مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں جو نہ مولوی بہادر خاں صاحب سے متفق ہیں اور نہ متعصب فرقہ پرست ہندو لیڈروں سے۔ اور اسی قبیل کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی ترجمانی کا شرف جماعت اتحاد و ترقی کو حاصل ہے۔ یہ اعتدال پسند جماعت چیخ پکار اور شور و شغب کی عادی نہیں۔ اس جماعت کے اکثر ارکان پبلک مسائل پر صائب اور سنجیدہ رائے رکھنے کے باوجود پبلک زندگی میں ہیجان و پکار نا پسند نہیں کرتے لیکن ان کا خاموش وجود ہی مولوی بہادر خاں صاحب کے اس دعوے کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ جملہ مسلمانان دکن کے نمائندہ ہیں۔ مسلم عوام کی نمائندگی کا انہیں امتیاز حاصل ہے مگر یہ امتیاز اسی وقت تک قائم رہ سکتا ہے جب تک کہ ان کی موجودہ قائدانہ حیثیت کو علمائے کرام یا [illegible] عظام یا خود ان کے ہائی کمان کا کوئی رکن چیلنج نہ کرے لیکن مسلم خواص یا جملہ مسلمانان دکن کی نمائندگی کا دعوےٰ کرنے کی جرأت شاید مولوی بہادر خاں صاحب خود بھی نہ کریں۔

قارئین کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہم اس واقعہ کا اعادہ ضروری سمجھتے ہیں کہ جماعت اتحاد و ترقی نے بلدہ و ملک کے کارکنوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اتحاد المسلمین کے ہائی کمان سے مجھوتہ کریں چنانچہ گزشتہ مہینے میں اس جماعت کی مجلس عاملہ نے یہ اپیل کی تھی کہ:-

"مملکت آصفیہ کے خاص حالات کے لحاظ سے فرقہ واری یا لسانی بنیادوں پر سیاسی جماعت بندی مملکت آصفیہ کے دیرینہ روایات کے نہ صرف منافی ہے بلکہ ملک کے بہترین مفاد کے لئے خطرناک بھی۔ مجلس عاملہ ایک مرتبہ پھر ملک کی دیگر جماعتوں سے یہ خواہش کرتی ہے کہ وہ باہمی گفتگو اور مجھوتہ سے سیاسی مسائل کو طے کرنے کی کوشش کریں۔ [illegible] کانفرنسوں نے جو ایک مشترکہ کمیٹی قائم کی ہے اس سے اس رجحان کی تائید ہوتی ہے کہ حیدرآباد کو ایک مشترکہ سیاسی ادارے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں جو مساعی سابق میں ہوچکی ہیں وہ [illegible] ہیں۔ مجلس عاملہ کو توقع ہے کہ تینوں کانفرنسوں کی مشترکہ کمیٹی ایک کل حیدرآباد ادارے کے قیام کی طرف قدم اٹھائے گی اور ملک کی دیگر اہم سیاسی جماعتیں یعنی اتحاد المسلمین، پرجا منڈل، اور انجمن پست اقوام وغیرہ سیاسی مسائل کو سلجھانے، روایات ملک کو برقرار رکھنے اور سیاسیات کو زیادہ حقیقی اور قابل عمل بنانے میں پورا اشتراک عمل کریں گے۔"

اس مشورہ کی غایت یہی تھی کہ جب وہ انتہا پسند جماعتیں آپس میں مجھوتہ کرلیں گی تو اس مجھوتہ کے نتیجے کے طور پر جو [illegible] برآمد ہوگا وہ وہی ہوگا جو جماعت اتحاد و ترقی کا مسلک [illegible] اور اس نوبت پر جماعت اتحاد و ترقی یا تو اس جدید اتحادی گروہ کو اپنے اندر ضم کرے گی یا خود اس میں ضم ہوجائے گی تاکہ ایک صحیح مکتب خیال کو تقویت حاصل ہو۔

ہم نے سطور بالا میں یہ کہا ہے کہ جماعت اتحاد و ترقی کے ہم خیال منظم اور بلند آہنگ نہیں ہیں۔ لیکن حیدرآباد کی سیاسیات کا یہ ایک دلچسپ پہلو ہے کہ یہاں کی منظم و بلند آہنگ جماعتیں خواہ وہ اتحاد المسلمین کے نام سے [illegible] گرم ہوں یا پرجا منڈل کے نام سے، صوبہ واری اداروں کے نام سے موجود ہوں یا اسٹیٹ کانگریس کے [illegible] میں ہوں سب کے سب اسی مسلک پر عمل پیرا ہیں جس کی [illegible] جماعت اتحاد و ترقی کرتی رہی ہے۔ اس دعوے کی [illegible] میں ہم ٹھوس اور ناقابل تردید واقعات پیش کرسکتے ہیں۔ اتحاد المسلمین کا ہائی کمان یا اس کے ارکان [illegible] پر خواہ کچھ ہی کہیں لیکن روزمرہ زندگی میں ان کا [illegible] طرح صلح جویانہ اور اعتدال پسندانہ ہوتا ہے جس کی [illegible] جماعت اتحاد و ترقی کرتی ہے۔ ہم نے خود اتحاد المسلمین [illegible] بعض پرجوش کارکنوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگر مجلس کے [illegible] کردہ مسلک کو جو جملہ اقوام کے خلاف ایک قسم کا اعلان جنگ ہے وہ اپنی خانگی زندگی میں اختیار کرنے کی کوشش کریں تو زندگی ان کے لئے وبال جان ہوجائے گی۔ [illegible] حال انتہا پسند ہندو لیڈروں کا ہے۔ ان کی تقاریر اور [illegible] کی قرار دادوں کو پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ حیدرآباد کے مسلمانوں کے استیصال پر وہ کمربستہ ہیں لیکن روزمرہ زندگی میں ان کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان حقائق [illegible] جو نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ انتہا پسند سیاسی [illegible] سالانہ جلسوں کی گرمی محفل کا موضوع تو بن سکتی ہے

لیکن جلسہ گاہ کے باہر اس کا کوئی مستقل مقام نہیں۔ جماعت اتحاد و ترقی کے وجود کی اخلاقی اور قانونی بنیاد یہی ہے اور ابھی اس خیال کی جماعت قائم ہے۔ ہمارے اس نظریہ کی صداقت کو اگر آپ دیکھنا چاہیں تو زندگی کے کسی شعبہ پر نظر ڈالئے آپ کو یہی نظریہ کار فرما نظر آئے گا۔ قوانین ہوں یا اگر ہندو مسلم اتحاد و علاقائی تجارت، صنعت و حرفت، نظام جاگیرداری و کالت، قیادت اور تحفظ کر حکومت دو دن نہیں سکے۔ جماعت اتحاد و ترقی کی ضرورت اور اس کے مشن کی صداقت کا اور کیا ثبوت چاہئے۔ باقی رہا یہ سوال اس کے ترجمان مولوی بہادر خاں صاحب ہی تحفظ اور ترقی کے لئے مولوی بہادر خاں صاحب یا ان کے رفیق مقابل پنڈت ناگک راؤ وغیرہ نے جماعت اتحاد و ترقی کے مسلک پر اعتراض کرنے کی جرأت کی اور کر سکتے ہیں۔ انھوں نے زیادہ سے زیادہ یہی کہا کہ اس جماعت کے ارکان کی تعداد قلیل ہے اور مولوی بہادر خاں صاحب جانتے ہیں کہ قلت تعداد ہرگز ...

ہماری رائے میں مجلس اتحاد المسلمین کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ یہ اس جماعت کا رد عمل یا توڑ ہے جو امن و امن پسند ہندو رعایا میں جارحانہ فرقہ واریت کے جذبات پیدا کرنا چاہتی ہے کیں روز گروہ ہندو پبلک کا رکن رہا ہے۔ پتہ چلے گا مولوی بہادر خاں صاحب کی جماعت تحفظ کے بچوں کی طرح بکھری ہوئی نظر آئے گی۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ مولوی بہادر خاں صاحب حیدرآباد کی پبلک زندگی میں ہی صحیح مقام حاصل کریں اور رعایائے آصفی اپنے عقائد کے قدیم اور آزمودہ مسلک پر اجتماعی حیثیت سے گامزن ہو جائے۔

سیاسی نقطہ نظر سے اتحاد المسلمین کی ضرورت اور افادیت ہوتی اور رفع شر کے ایک آلہ کی حیثیت رکھتی ہے اس کی مستقل افادیت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمانان دکن کے کوئی معاشی پروگرام مرتب کرے اور یہی کام مجلس نہیں کر رہی ہے ہماری یہ دلی تمنا ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین مسلمانان دکن کی معاشی اصلاح و تنظیم کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہو لیکن مجلس کا موجودہ ہائی کمان اس اہم فریضہ سے غافل اور اس کی ادائی سے قاصر نظر آتا ہے۔ ضرورت ہے کہ مجلس کے سالانہ اجلاس میں اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے اور شخصیت پرستی کے بجائے مسلمانوں کو معاشی اصلاح کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو اطلاعات ہم تک پہنچی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ورنگل کا اجلاس اس نقطہ نظر سے اہم ہوگا۔

غذائی مسلک اور تجارتی مفاد

ایک متعلم مسائل اغذیہ کے قلم سے

حکومت سرکار عالی کے غذائی مسلک کے متعلق یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس کی تمام تجارتی مفادات سے کامل تعاون کی خواہش کار فرما ہے۔ ذیل میں اس خواہش کی دو مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) غلہ کی فراہمی کے لائحہ عمل یعنی مشترکہ ادائی حصہ پیداوار اسکیم کے تحت حکومت نے کاشتکار سے دھان کی حد تک اس کی پیداوار کا صرف دسواں حصہ اور جوار اور باجرہ کی حد تک پچیسواں حصہ خریدنے کا فیصلہ کیا ہے اس لائحہ عمل کا مقصد صرف یہ تھا کہ کاشتکار کے پاس تجارتی اغراض کے لئے اجناس کی کافی مقدار باقی رہے۔

(۲) قیمتیں مقرر کرنے میں حمل و نقل کے اخراجات گودام کا کرایہ اور دوسرے اتفاقی اخراجات پر کافی غور کرنے کے بعد درمیانی شخص کے منافع کے لئے گنجائش رکھی گئی۔ اس میں بھی مقصد یہ تھا کہ قیمتوں پر نگرانی معمولی کاروبار میں خلل انداز نہ ہو۔

اس ہمدردانہ پالیسی کے باوجود غلہ کی تجارت خلاف توقع محدود رہی اور نتیجہ یہ ہوا کہ سرکاری عہدیداروں کو تقریباً ساری غیر زرعی آبادی میں غلہ تقسیم کرنے کی پیچیدہ کٹھن ذمہ داری اپنے سر لینی پڑی۔

ان واقعات کے مدنظر آسانی سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت نے آئندہ فصل تک کے لئے کاشتکار کے متعلقین اور گاؤں کی غیر زرعی آبادی کی غذائی ضروریات اور تخم کا اناج چھوڑ کر کسانوں سے باقی غلہ کے حصول کا کیوں فیصلہ کیا ہے۔ جہاں کاشتکار سے حاصل شدنی غلہ کی مقدار میں اضافہ کیا گیا وہاں لیوی کے اناج کی قیمت میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ لیوی کی پچھلی قیمتیں نہایت واجبی تھیں پھر بھی تمام اجناس خوردنی کی قیمت میں فی پلہ چار روپیہ بڑھائے گئے ہیں اور گیہوں کی قیمت فی پلہ (۳۰) روپیہ سے (۳۳) مقرر کی گئی۔

کاشتکار کے فائدہ کے لئے لیوی کی قیمتیں بڑھانے کی وجہ سے بازار کی مقررہ ہوئی قیمتوں میں بھی اس تناسب سے اضافہ کرنا ضروری ہوا۔ حیدرآباد کی قیمتیں پڑوسی صوبوں کی قیمتوں سے کم ہیں اور اس فرق سرحدوں پر فوجی پہروں کی موجودگی کے باوجود ایک بڑے پیمانہ پر چوری سے غلہ باہر کرنے کا ایک زبردست محرک ثابت ہو رہا تھا۔ علاوہ ازیں بڑے کاشتکاروں اور تاجروں میں مال کو ذخیرہ کرنے اور زخیرہ ...

کو چھپانے کا رجحان بھی عام تھا۔ لیکن ان اضافہ شدہ قیمتوں سے ذخیرہ بازی اور چوری سے برآمد کرنے کے محرکات ختم ہو جانا چاہئے۔

مانگ کی رسد کی کمی کا نتیجہ خصوصاً بعض حصوں میں حالیہ بے ہنگام بارش اور ژالہ باری کے باوجود سرکار عالی کا عام غذائی موقف اطمینان بخش ہے مگر تمام ذخیرہ بازار میں آ جائیں اور تاجر اور مہاجنین ذخیرہ بازی یا چوری سے برآمد کریں تو ملک میں اجناس خوردنی کی قلت نہیں ہو سکتی۔

عوامی اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ کاشتکاروں اور تاجروں کو بتائیں کہ قیمتوں میں اضافہ کے بعد حکومت کی غذائی پالیسی سے تعاون نہ کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی وجہ باقی نہیں۔

ہندوستان کا مستقبل سماجی انصاف

کی بنیاد پر تعمیر کیا جائے گا

از

جناب خواجہ غلام السیدین

بعض لوگوں کو ہمیشہ تصویر کا تاریک پہلو نظر آیا کرتا ہے اور انہیں اس کے دیکھنے اور اس پر افسوس کرنے میں لطف آتا ہے۔ میں اپنا شمار اس قسم کے لوگوں میں نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے کہ تصویر کے روشن پہلو کو پیش نظر رکھنا زیادہ ضروری اور مفید ہے بشرطیکہ دیکھنے والا حالات کی اصلی صورت کی طرف سے آنکھیں بند نہ کرے۔ جب میں ہندوستان کے مستقبل کا خیال کرتا ہوں تو اس کی طرف سے مایوس ہونے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔ باوجود ان تمام جھگڑوں اور خرابیوں اور مشکلات کے جو اس وقت ہماری زندگی کے ہر گوشہ پر چھائی ہوئی ہیں۔ ہندوستان کے تمدن میں ایسی قوتیں کام کر رہی ہیں اور یہاں ایسے وسائل اور ذرائع موجود ہیں جو اس کے مستقبل کو روشن بنا سکتے ہیں۔

پہلے ہندوستان کے تاریخی پس منظر پر ایک سرسری سی نظر ڈالئے۔ اس کی تہذیب ہزاروں برس کی کوششوں اور بہت سی تحریکوں کے میل کا نتیجہ ہے۔ وہ گویا ایک سمندر ہے جس کی گود میں بہت سے دریاؤں اور ندیوں نے دور دور سے آ کر اپنے اپنے خزانے ڈال دیئے ہیں۔ یونان اور مصر اور روم کی تہذیبیں بنیں اور بگڑ گئیں۔ لیکن ہندوستانی تہذیب کا سلسلہ ہزاروں برس سے اسی طرح قائم ہے بلکہ اس کے خمیر میں نئے عناصر کے مل جانے کی وجہ سے زیادہ قوت اور شگفتگی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ پرانے زمانے میں ہندو، بدھ اور جین مت کے فلسفے، اشوک اور چندر گپت وغیرہ کی سیاسی تنظیم، صنعت و حرفت اور دستکاری کی ترقی اور اس دور کے علمی ادبی اور مذہبی کارناموں کی بدولت ایک زبردست تہذیب قائم ہوئی۔ جس کے بعض نمونے اور آثار اب بھی لوگوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔ پچھلے ہزار برس کے اندر اس تہذیب میں مسلمانوں کی خاص روایتوں اور کارناموں کی دولت بھی شامل ہو گئی ہے۔ انہوں نے حکومت کی نظم اور انتظام کو مضبوط کیا علوم و فنون کی سرپرستی کی۔ دستکاریوں کو فروغ دیا۔ فن تعمیر اور باغبانی میں نت نئے گل کھلائے۔ زبان اور ادب کو ترقی دے کر ملک کی ذہنی زندگی کو مالا مال کیا اور سماجی برابری اور بھائی چارے کے خیالات پھیلائے۔ غرض ہندو اور مسلم تہذیبوں کے میل جول سے ایک خاص ہندوستانی تہذیب پیدا ہوئی۔ جس کے شاہکار کہیں تاج محل اور موتی مسجد کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ کہیں رامانند اور کبیر کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔ کہیں غالب اور نظیر، ہر شاعر اور پریم چند کے روپ میں نمایاں ہیں۔ اور کہیں موسیقی اور نقاشی شاعری اور تصوف کے پردوں میں موجود ہیں۔ اور جب دو سو برس ادھر اس تہذیب پر زوال کا ایک دور آیا اس وقت اتفاق سے اس کا تعلق جدید مغربی تہذیب سے قائم ہوا۔ یہ میل ایک کڑی شکل میں ہوا تھا۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ دو جیتی جاگتی تہذیبیں ایک دوسرے سے ملیں اور بالکل اجنبی رہیں۔ اگرچہ یہ ایک ان جانی تہذیب تھی اور اس کے لانے والے یہ نہ چاہتے تھے کہ ہندوستانیوں میں مل کر ہندوستانی ہی بن جائیں۔ لیکن اس کا اثر بھی ہماری زندگی اور خیالات پر بہت گہرا پڑا ہے۔ اور آئندہ اور زیادہ پڑے گا۔

یہ ہے ہماری تہذیب کا پس منظر جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ باوجود ایک بہت پرانی تہذیب ہونے کے اس میں لچک اور نئے اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور یہی اس کی قوت اور ترقی کی ضمانت ہے۔ اب ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ ہندوستان کے انسانی اور مادی وسائل کس قدر وسیع اور اس کی دولت کے خزانے کتنے اتھاہ ہیں۔ دنیا کی آبادی کا ایک پانچواں حصہ ہندوستان میں آباد ہے اور اس آبادی میں مختلف قوموں نسلوں اور مذہبوں کے لوگ موجود ہیں۔ جن میں ہر قسم کی علمی عملی اور جمالی صلاحیتیں ہیں۔ گویا ہندوستان بجائے خود ساری دنیا کی گونا گونی کا ایک نمونہ ہے۔ اگر ان تمام صلاحیتوں کو پھلنے اور پھولنے کا موقع مل جائے اور جو رکاوٹیں اس وقت نوے فیصدی لوگوں کے راستے میں پڑی ہوئی ہیں وہ دور کر دی جائیں۔ تو ہم ہر لحاظ سے کیا کچھ ترقی نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف ہندوستان کی مادی دولت کو دیکھئے اس کے پہاڑوں میں بیش قیمت ذخیرے اور جواہرات اور معدنیات اس کے جنگلوں میں ہر قسم کی کار آمد جڑی بوٹیاں اس کے دریاؤں میں پانی اور بجلی کے خزانے اس کی زمین کے سینے میں کھیتوں کی سرسبزی اور شادابی موجود ہے۔ اگر علم اور سائنس کی بے پناہ قوت سے کام لیا جائے تو ملک کی دولت اور زراعت اور صنعت و حرفت میں کتنا بڑا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ غرض نہ آدمیوں کی کمی ہے نہ قدرتی وسائل کی۔ مستقبل کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ ان آدمیوں کو علم کے ذریعہ سے ہنرمند انسان بنا کر انہیں ان وسائل سے کام لینا سکھایا جائے۔ اور اگر ہم خود ہمت دکھائیں اور جان بوجھ کر اپنے مستقبل کے ساتھ غداری نہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس مقصد میں کامیابی نہ ہو۔

لیکن ہمیں مستقبل کے اس خواب کی تعبیر دیکھنا اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتا جب تک ہم ان خرابیوں کو دور نہ کر دیں جن کی طرف ہم نے شروع میں اشارہ کیا تھا۔ ہمارے سماج میں ابھی تک لوگ بے شمار ناانصافیوں اور محرومیوں کا شکار ہیں۔ ذات پات کے بھید بھاؤ نے ابھی تک ہمارے ہاتھ پاؤں اور گردنوں میں پھندے ڈال رکھے ہیں۔ ان لوگوں کے بھی جو ذات پات کو مانتے ہیں اور ان کے بھی جو بظاہر اس کو نہیں مانتے۔ ہمارے امیر ابھی تک مال مست اور ہمارے غریب ابھی تک حال مست ہیں۔ ان کو دولت کے نشے سے بیدار اور ان کو جہالت اور غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر کے سماجی خدمت کے لئے تیار کرنا ہے اور انہیں جھوٹی قناعت کے پھیرے سے نکالنا ہے اور ناکام زندگی پر صبر کر لینے کے بجائے ایک مکمل زندگی کی جدوجہد کے واسطے آمادہ کرنا ہے۔ ہمارے مرد اور عورتیں دونوں جہالت کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور عورتوں کی تعلیمی اور سماجی حالت تو مردوں سے بھی کہیں بدتر ہے۔ ابھی تک علم طلب اور سائنس کی ترقی کے باوجود ہمارے ہاں عام غربت کا یہ حال ہے جس کی وجہ سے ہمارے بچوں میں بچپن کی شگفتگی اور جوانوں میں جوانی کی رونق اور امنگ نہیں۔ ہماری زراعت اور صنعت و حرفت پر ابھی تک سائنس کی دریافتوں کا بہت کم اثر پڑا ہے۔ اور ملک کی پیداوار بڑھانے کے لئے مناسب طریقے اختیار نہیں کئے گئے۔ اس کی وجہ سے ہمارے ہاں غریبوں اور بیکاروں دونوں کا نصیب سختی کا یہ حال ہے کہ زیادہ تر لوگوں کو پیٹ بھر کھانا اور تن ڈھانکنے کو کپڑا تک نہیں ملتا۔ اور بیکاری میں نہ صرف وہ کروڑوں لوگ مبتلا ہیں جنہیں کرنے کو کوئی کام نہیں ملتا۔ اس سے بھی زیادہ تعداد میں ایسے کسان وغیرہ ہیں جو سال کے کچھ حصے میں مصروف اور کچھ میں تقریباً بیکار رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑا گروہ پیشہ ور بھیک مانگنے والوں، مذہب کے نام پر خیرات کرنے والوں اور بیکار دولت مندوں کا ہے۔ جو کوئی مفید سماجی کام نہیں کرتے۔ ان سب لوگوں کو ایک منظم اور کارگر سماج کے دائرے میں لانا ہے۔ عام لوگوں خاص کر تعلیم یافتہ گروہ کے دل اور دماغ سے خود غرضی کی تنگ ذہنیت کو نکالنا ہے اور ایک بہتر تہذیب کے لئے یہ خیال آپ کے دل میں بٹھانا ہے کہ علم قابلیت اور ترقی کے تمام موقعے بیکار اور بے فیض ہیں۔ اگر انہیں سماج کی خدمت کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ ان سب کے علاوہ ہمیں ملک کی مختلف جماعتوں اور مذہبوں میں اتفاق اور دوستی پیدا کرنی ہے اور ہندو مسلم اتحاد کے سب سے ضروری مسئلے کو حل کرنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں آئندہ کس قسم کی سماج قائم ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نئے سماج کی عمارت سماجی انصاف کی بنیاد پر تعمیر کی جائے گی۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ ملک کے تمام لوگ اس کے وسائل اور ذرائع سے اور اس کی علمی اور کلچرل دولت سے پورا پورا اور مناسب فائدہ اٹھا سکیں۔ اور حقوق کی نابرابر تقسیم دور کی جائے جس کی وجہ سے اس وقت امیر اور غریب، خاص اور عام کی زندگی کے حالات میں

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

مسلمانانِ پنجاب کی جمہوری بیداری

از

سجاد ظہیر

شہر سیالکوٹ کی تاریخ میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ پچیس تیس ہزار مسلمانوں نے پنجاب مسلم لیگ کی سالانہ کانفرنس میں شریک ہو کر دنیا کو بتا دیا کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اور یونینسٹ وزارت سے [illegible] اتنے ہی بیزار ہیں جتنے قائد اعظم۔ اس شہر کی خاک سے اقبال جیسا آزادی کا دوست اور جمہوریت پسند سامراج کا دشمن اٹھا تھا۔ اور اسی شہر میں غلام بھیک نیرنگ ایم ایل اے (مرکزی اسمبلی) نے مسلم لیگ کا سیاسی ریزولیوشن پیش کرتے ہوئے اعلان کیا کہ سیالکوٹ میں یونینسٹ پارٹی کا کفن بنے گا۔ ریزولیوشن میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا تھا کہ ملک خضر حیات خاں ٹوانہ وزیر اعظم پنجاب نے جو مسلم لیگ کے ممبر بھی ہیں قائد اعظم کے بیان کا جواب دینے سے پہلے صوبائی مسلم لیگ سے مشورہ نہیں لیا اور نہ انہوں نے کانفرنس میں شرکت کو ضروری سمجھا۔ ریزولیوشن کے الفاظ نرم ہی تھے لیکن غلام بھیک نیرنگ کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نرمی میں بھی تیر اور ملامت کے کتنے نشتر چھپے ہوئے تھے۔

جمہوریت کا سیلاب:

پچھلے چار ہفتے سے پورے ملک کی نظریں پنجاب پر لگی ہوئی تھیں۔ یونینسٹ پارٹی والے قائد اعظم کے خلاف اپنی تلواریں چلانے میں مصروف تھے اس کی وجہ سے پورے صوبہ کی فضا خراب ہو رہی تھی۔ سیالکوٹ کانفرنس میں جو ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ اپریل کو ہوئی مطلع صاف ہو چکا تھا۔ مسٹر جناح اور خضر حیات خاں کی بات چیت ختم ہو چکی تھی۔ اس سے ایک خاص قسم کی بے چینی پائی جاتی تھی۔ اقبال کی اس سرزمین پر مسلمانان پنجاب کی جمہوری بیداری کا ایک سیلاب تھا جو امڈ آیا تھا۔ ۲۸ اپریل کو لاہور، امرتسر، ملتان اور ارد گرد کے اکثر شہروں سے موٹروں اور ریل گاڑیوں سے جوق در جوق مسلمان "مسلم لیگ زندہ باد" اور "یونینسٹ پارٹی مردہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے آتے اور جلسے میں شریک ہوتے۔ شوکت حیات خاں جنہیں گورنر نے وزارت سے برطرف کر دیا تھا پل مارتے نوجوانان پنجاب کے ہیرو بن گئے تھے۔

لاہور کے حالیہ واقعہ کے بعد پنجاب میں قائد اعظم کا اتنا احترام [illegible] اور اب یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ صوبہ کے سارے مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ نہیں ہیں۔ کانفرنس میں [illegible] ایک نیا جوش اور نیا ولولہ [illegible] تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی [illegible]

ساتھ نے دیکھتے تھے سات برس سے یونینسٹ پارٹی لوگوں کو دھوکا دیتی چلی آتی تھی۔ آخر کار مسٹر جناح نے اسے بے نقاب کر دیا اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ خدمت خلق کے پردہ میں کتنی مکروہ صورت چھپی ہوئی تھی۔

مسٹر جناح نے جو سیاسی لیڈر ہی نہیں بلکہ بہت بڑے وکیل بھی ہیں اپنی اس ہفتہ کی تقریر میں خضر حیات خاں کے بیان کی دھجیاں اڑا دیں۔ ان کی تقریر سے تین باتیں صاف ہو گئیں۔

(۱) یونینسٹ پارٹی اپنی اور مسلم لیگ کی [illegible] چاہتی تھی۔

(۲) پنجاب کی اقلیتوں کو لیگی وزارت سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔

(۳) لیگ پنجاب میں کولیشن وزارت چاہتی ہے جس میں دوسری جماعتیں اپنے نمائندے بھیج سکتے ہیں۔

خضر حیات خاں نے اپنے بیان میں لیگ پر یہ الزام لگایا تھا کہ اس کی وجہ سے ساری جنگ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ یہ مسلم لیگ کے خلاف ذلیل ترین الزام ہے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ مسلم لیگ بیرونی حملہ آور کے خلاف وطن کی حفاظت کی حامی ہے۔ اگر جاپانی آئے تو ہمارا ملک ہمارے گھر بار تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ہم سے زیادہ اپنے وطن کی حفاظت کا خیال اور کسے ہوگا۔ اور مسلم لیگ کی برابر یہی پوزیشن رہی ہے۔ لیگی وزارت ملک کی حفاظتی تدابیر کو کمزور نہیں کرے گی۔

نوابزادہ لیاقت علی خاں جنرل سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی مجمع سے یہی کہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر لڑائی کے علاقوں میں یعنی بنگال اور آسام میں لیگی وزارتیں ساری جنگ کے لئے مضر ثابت نہیں ہوئیں تو یہ کہنا کہ پنجاب میں لیگی وزارت سے حفاظت کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگی لغو بات ہے۔

شوکت حیات خاں کی برطرفی پر لیگی ریزولیوشن کے الفاظ بہت احتیاط سے چنے گئے ہیں۔ مسٹر جناح نے دو باتوں پر زور دیا۔ پہلی بات تو یہ کہ وزیروں کی ذمہ داری مشترک ہے انفرادی نہیں اس لئے گورنر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی ایک وزیر کو اس طرح برطرف کر دے۔ دوسرے یہ کہ اگر گورنر غلطی پر ہے تو اسے برطرف کر دیا جانا چاہئے۔

مسٹر جناح سے لے کر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں تک سب کا اب یہی خیال ہے کہ پنجاب میں لیگ کی تنظیم [illegible] جمہوری طریقہ پر ہونی چاہئے۔ یونینسٹ پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے جو [illegible] ہوئے ہیں [illegible] پنجاب میں لیگ کو بڑا نقصان پہنچا۔ اسی لئے پنجاب صوبائی کانفرنس میں صوبائی لیگ کونسل کے [illegible] اور ہر ضلع کے سکرٹریوں اور کارکنوں کے [illegible]

یہی وجہ ہے کہ خود مسٹر جناح نے تقریر کی اس بات پر بار بار زور دیا کہ لیگ کی شاخیں پنجاب کے گاؤں گاؤں میں قائم ہو جانی چاہئیں۔ [illegible] جو نوجوان مسلم لیگی ہیں اور جنہوں نے یونینسٹوں کے خلاف لیگ کی تنظیم کی، صوبائی مسلم لیگ کے جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔ صوبائی دستور اساسی میں بھی تبدیلیاں کی گئیں تاکہ پانچ آرگنائزنگ سکرٹری چنے جا سکیں۔

سردار عبد الرب نشتر صوبہ سرحد کے لیگی وزیر نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ پنجاب پاکستان کی شہ رگ ہے۔ پنجاب کے مسلمانوں کو چاہئے کہ پنجاب کے کونے کونے میں لیگ کا پیام پہنچائیں۔ اور اسے منظم اور مضبوط کریں تاکہ مسلمان آزاد ہوں اور بقیہ ہندوستان کی آزادی میں ان کی مدد کریں۔

آئندہ کیا ہوگا؟

دوسروں کی نظریں لیگ کی کونسل آف ایکشن کی طرف لگی ہوئی ہیں [illegible] جلد ہی فیصلہ ہوگا۔ اس وقت تک اسمبلی کے ۲۰ مسلم ممبر جن میں پارلیمنٹری سکرٹری بھی شامل ہیں یونینسٹ پارٹی سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شریک ہو چکے ہیں [illegible] اسمبلی کی یہ توڑ جوڑ ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اصل چیز تو یہ ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں میں جمہوری آزادی کی لہر دوڑ گئی ہے اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں کسی مقصد اور ترقی پسند پروگرام کے تحت منظم کیا جائے۔ اسی عوامی تنظیم کی مدد سے یونینسٹوں کو بے دست و پا کیا جا سکتا ہے اور ان کی قوم کش انفرادی اور وزیر پرستی پالیسی کی قلعی کھولی جا سکتی ہے۔ جن پرانے وطن دشمنوں نے فرقہ وارانہ یونینسٹ پارٹی کا جھوٹا ملمع چڑھا رکھا ہے [illegible] یہ بھی ضروری ہے کہ اس عوامی تنظیم میں سکھ اور ہندوؤں کا کامل اعتماد حاصل کیا جائے تاکہ پنجاب کی تمام قومیں مل کر رجعت پسندی کی سازشوں اور یونینسٹ پارٹی کی شرارتوں کو شکست دے سکیں۔ سیالکوٹ کانفرنس اسی سمت مسلم لیگ کا پہلا قدم ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تبصرہ

بد قسمتی سے لیگ کے خلاف اتنے تعصبات ہیں کہ نیشنلسٹ اخبارات بالکل بہک گئے ہیں۔ وہ اپنے برادران وطن کی ایک بڑی جماعت مسلم لیگ کے خلاف نوکرشاہی کی حمایت کا راگ الاپ رہے ہیں۔ ...
... یوپی کے ہندی کانگریسی اخباروں کے تبصرے اور زیادہ دلچسپ رہے ہیں۔
وہ اخبار تو یہ بھی بھول گئے کہ یوپی کے کانگریسی لیڈروں نے حق خودارادیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ (پی۔ سی۔ جوشی)

ترجمان ملت نے اپنی ہم عصر کی اشاعت کے صفحہ اول پر "جامعہ عثمانیہ اور دستوری" کے عنوان سے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس کو مصنف "ایک سیاست کار" ہے۔ اس مراسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خلاف عادت قدیمہ نواب علی یاور جنگ بہادر کی حسنات اور خوبیاں گنائی گئی ہیں۔ اس کے بعد یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ نواب علی یاور جنگ بہادر اپنی زندگی میں تعلیمی حوصلوں اور نوجوان شخصیت کو بیں۔ ایسے انتخابات کے لئے نواب صاحب کی رہبری بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"ممکن ہے جامعہ عثمانیہ ہی میں دستور و قانون بین الاقوام اور ضروری السنہ کے جامع افراد مل جائیں"

اس سلسلہ میں ایک پتہ کی بات یہ کہی ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ فرد ہیں افراد نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس مراسلے کے مصنف "فن سیاست کاری" میں ابھی کچے ہیں۔ اپنی شخصیت کو اچھی طرح چھپا نہ سکے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر نواب علی یاور جنگ بہادر نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا یا نہ کر سکے تو کیا اس کے بعد بھی وہ ان صفات سے متصف سمجھے جائیں گے جن کا ذکر مراسلہ میں کیا گیا ہے؟

مجلس اتحاد المسلمین جوگی پیٹھ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائد ملت نے فرمایا کہ:

"دوسری قوموں میں معیار قیادت گرا ہوا ہے اور ہم میں معیار قیادت بڑھا ہوا ہے۔ مسلمان اپنے قائد کو ابوبکر اور عمر کے معیار پر جانچتا ہے جب مسلمان اپنے قائد کو اس معیار پر نہیں پاتا تو وہ اس کو اس مقام سے اتار دیتا ہے"

گویا قائد ملت کی قیادت بھی اسی پایہ کی ہے۔ تسلی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

؎ اس گلستاں میں نہیں حد سے گذرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ انداز رعنائی کر

چند ہفتے قبل مجلس اتحاد المسلمین اول میرو لال کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قائد ملت نے ہندو لیڈروں کو یقین دلایا تھا۔

"بحیثیت ایک مسلمان میری فطرت جمہوری واقع ہوئی ہے .... جس دن مجھے اور مسلمانوں کو یقین ہو جائے گا کہ ہندو اکثریت کے باوجود حیدرآباد میں ان کا تاریخی ثقافتی اور روایاتی مقام محفوظ ہے اس دن میں پہلا شخص ہوں گا جو ہندوؤں کے مطالبہ کی بناء پر نہیں بلکہ اپنے طبعی میلان کی بنا پر ذمہ دارانہ حکومت کا مطالبہ کروں گا۔"

اور گزشتہ ہفتہ قائد ملت نے جوگی پیٹھ کے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ:

"مستقبل سے متعلق دو چیزیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ جمہوریت کے تحت اعلیٰحضرت کے اختیارات چھین کر عوام میں منتقل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن یہاں جبکہ دو مختلف قومیں آباد ہوں جمہوریت کا قائم کرنا گویا مسلمانوں کا اقتدار چھین لینا ہے۔ اگر تمہارے کان اس کو نہیں سن رہے ہیں تو مجھے تمہارے گوش شنوا پر ماتم کرنا چاہئے۔"

بعض صائب الرائے اصحاب کا خیال ہے کہ ہم سب کو "قائد ملت کے طبعی میلان" پر ماتم کرنا چاہئے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ باب حکومت کی آئندہ ترکیب و تشکیل میں کن اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ لیکن ہم اس قدر عرض کر سکتے ہیں کہ عوام کی مرضی اور عوام کا اعتماد یہی دو ایسے اہم اساسی اصول قرار پا سکتے ہیں جن کو باب حکومت کی آئندہ ترکیب و تشکیل میں پیش نظر رکھنا چاہئے۔ (رعیت)

اگر عبارت بالا میں عوام کے بجائے لیڈر پڑھا جائے تو صاحب موصوف کا مافی الضمیر پوری طرح واضح ہو جائے گا۔

معاصر پیام نے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں مراسلہ نگار نے دریافت کیا ہے کہ سررشتہ آبکاری نے تمباکو کے زیر کاشت رقبے کی پیمائش کرنے کے لئے جس عملہ کا تقرر کیا ہے وہ کس اصول پر مبنی ہے۔ چنانچہ مراسلہ نگار لکھتے ہیں کہ:

"بعض گریجویٹس سب انسپکٹری پر رکھے گئے اور بعض گریجویٹس انسپکٹری پر۔ وہ کونسا معیار قابلیت سررشتہ کے پیش نظر تھا جس کو ملحوظ کرتے ہوئے ایک ہی ڈگری کے دو امیدواروں میں سے ایک کو سب انسپکٹری پر لیا گیا اور دوسرے کو انسپکٹری پر۔"

ہمارے نامہ نگار خصوصی نے بعد تحقیق بیان کیا ہے کہ جو گریجویٹ زیادہ سگریٹ پیتے تھے ان کا تقرر انسپکٹری پر اور جو کم سگریٹ پیتے تھے ان کا سب انسپکٹری پر کیا گیا۔ انتخاب کا اس سے بہتر معیار کیا ہو سکتا تھا۔ اس میں اقربا نوازی یا پاسداری کا قطعاً دخل نہیں۔

"انجمن الطلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ ابھی سال دو سال میں ایک دفعہ گہری نیند سے کچھ دیر کے لئے چونک اٹھتی ہے۔ دو چار دن تک اس کی سرگرمیوں کا چرچا مقامی جرائد کے کالموں میں ہوتا رہتا ہے۔" (ایک معاصر)

ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس انجمن کا دفتر کہاں ہے!

مسلم لیگ اور اس کے قائد مسٹر جناح کے بیانات اور اعلانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صوبہ جات یا دھوں کے حق خود ارادیت کے بجائے مسلمانوں کے لئے حق خودارادیت چاہتے ہیں۔ (رعیت)

مسٹر مخدوم محی الدین کو چاہئے کہ حق خودارادیت پر ایک اور تقریر کریں۔

دشمن کی بحری تجارت پر حملہ

آج کل آر۔ اے۔ ایف (شاہی ہوائیہ) کا سب فائٹر اسکواڈرن جرمنی کے بار بردار عرقی جہازوں پر ہوائی حملوں میں نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ جو اٹلی کے مغربی ساحل سے ساحلی محاذ کی طرف سامان اور ذخائر لے جاتے ہیں۔ یہ اسکواڈرن سب سے پہلے برطانیہ کی جنگ میں شہرت پا چکا ہے۔

حیدرآباد اسکواڈرن کاریسکا پہنچا تو اس نے ایک دشمن بوٹ اور ایک ایک مستول والی کشتی کو نشانہ بنا کر اپنی آمد کا اعلان کیا۔

جب سے شمالی اٹلی میں غنیم کے سڑک اور ریل کے مواصلات میں بڑی حد تک خلل پیدا ہو گیا ہے اس کے بحری جہازوں پر حملے خصوصیت کے ساتھ اہم ہو گئے ہیں جو زیادہ تر بحر روم میں متحدین کی ساحلی ہوائی فوج کی جانب سے کئے جاتے ہیں۔ جس سے حیدرآباد اسکواڈرن متعلق ہے۔ کارسیکا اور سارڈینیا میں ہوائی کمین گاہ قائم ہونے کے بعد سے جرمنوں کو ذخائر کی بڑی بڑی مقداریں لے جانے کا موقع نہیں دیا جاتا۔

روزانہ حیدرآباد اسکواڈرن کارسیکا کے شمال میں دشمن کے مقبوضہ سمندر کو نشانہ بنانے کے لئے اپنے جہاز ہوائی جہاز روانہ کرتا ہے اور اگر معقول حیثیت سے بھاری جرم کم جہازوں کے مرئی تعین ہو جاتے ہیں تو اوسط درجے کے بمبار ہوائی جہاز ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر اسپٹ فائر طیارے آسانی کے ساتھ نشانہ بنا سکتے ہیں تو اسکواڈرن ان پر وار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

حیدرآباد اسکواڈرن نے برطانیہ کی جنگ میں دشمن کے ایک سب سے زیادہ ہوائی جہازوں کو نشانہ بنایا۔ جنگ کے ابتدائی دنوں میں اس نے فرانس میں طلسمی جنگ چھوڑی اور کچھ دن بعد ایک سے ایک فائٹر اسکواڈرن بنا دیا گیا۔

ڈیپے کے ہوائی حملے میں بھی اس نے جد و جہد کی اور اس کے بعد سے شبینہ جنگی کارروائیوں کے لئے منتخب ہو گیا۔ پھر سمندر پار بھیجے جانے سے پہلے جب یہ ۱۰ اسفندار ۱۳۵۲ف کو شمالی افریقہ میں اترا تو دوبارہ ان کی کارروائی کے لئے تیار کر دیا گیا۔ اس طرح یہ اسکواڈرن ساحلی ہوائی فوج کا ایک جزو بن گیا۔

تین مہینے تک اس اسکواڈرن نے جواب ... شمالی افریقہ کے ساحل کے قریب اہم بحری راستوں کی حفاظت کی۔ انجینیئر بڑی مسلسل نگرانی قائم ... کی ذمہ داری اس پر تھی۔

یہ اسکواڈرن شمالی افریقہ کے ایک ہوائی میدان سے ... ہوائی میدان میں نقل و حرکت کرتا ہے جہاں متحدین کے ادھر ادھر گشت لگانے والے جہازوں کی حفاظت کا کام ہوشیاری سے انجام دیتا رہا۔ ایک رات شب گردی کے لئے پرواز کرتے وقت اسکواڈرن کے پانچ ہریکین جہازوں کی مدبھیڑ چار (ایس۔ ایم۔ ۸۰) اطالوی جہازوں سے ہوائی اور اطالوی نے چاروں کو پاس پاس کر کے سمندر کی تہ میں پہنچا دیا۔

گزشتہ سال ماہ جون میں یہ اسکواڈرن اسپٹ فائر طیاروں سے مسلح ہو گیا اور سسلی پر حملے کے لئے جو سینکڑوں جہاز جمع ہو رہے تھے ان کی ہوائی حفاظت کا کام دینے لگا۔ جب سوچے پر قبضہ ہو چکا تو اسکواڈرن کی ایک ٹکڑی نے جزیرہ سے جنگی کارروائیاں کیں۔ آگے چل کر اسی اسکواڈرن نے سب سے پہلے سالرنو کے بھاری اثر میں سے حملوں کا آغاز کیا۔

اس کے بعد اور نقل و حرکت ہوئی تو حیدرآباد اسکواڈرن نیپلس کے اطراف میں ایک ہوائی میدان میں منتقل کر دیا گیا اور شہر یران کے قریبی فضاء میں فائٹروں کا ایک حفاظتی دستہ متعین کر دیا گیا۔

عرضداشت باب حکومت

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

یہ مظاہرہ بھی بہت عبرت آموز ہے۔ خدا کرے دنیا کو جلد دیرپا امن و امان نصیب ہو۔ مملکت آصفیہ اور سلطنت برطانیہ کا اتحاد قدیم اور مستحکم ہے جیسے تاجدار دکن سلطنت برطانیہ کا یار وفادار مسلم ہے چنانچہ جنگ میں مدد بے اتحاد کا حق گوناگوں تعاون کے ذریعے ادا ہو کر خراج تحسین بلا طلب حاصل ہو رہا ہے۔

(۵)۔ باوجود موجودہ مشکلات کے ملک کی اندرونی ترقیات نظر انداز نہیں ہوئیں۔ تعلیم کی توسیع جامعہ عثمانیہ کی ترقی، زراعت کے ساتھ ساتھ صنعت و حرفت کی تائید و ترغیب، حفظان صحت کی ترویج، غرض کہ تعمیر قومی کے اکثر شعبوں پر حکومت کی پوری توجہ مبذول رہی۔ اور حالات زمانہ کے لحاظ یہ لازم سمجھا گیا کہ ایسے شعبے جو تعمیر قومی سے وابستہ ہوں ان پر روز افزوں توجہ صرف کی جائے اور مصارف ملکی کے میزانیہ میں ان کو ترجیح حاصل رہے کہ قومی ترقی سب مطالبات پر مقدم ہے۔

(۶)۔ باب حکومت باوجود تمام باتوں کے جہاں تک ممکن ہو اس امر پر غور کرنے کی جسارت چاہتا ہے کہ گزشتہ پچیس سال کے دوران میں اس کے صدر اعظم اور اراکین نے جو خدمت انجام دی اس میں ایک ایک کی بھی خواہی اور وفاداری کو پیش نظر رکھا اور حتی الوسع ان کی یہی کوشش رہی کہ فرائض کی انجام دہی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ لیکن حکومت کے ذرائع ... میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ذمہ داری بڑھ رہی ہے۔ جیسے اس کے مطابق حکومت اپنی ترکیب و تشکیل کے اعتبار سے تازہ غور و فکر کی طالب ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جنگ کے نازک دور میں ایسی کوئی تنظیم جدید خارج از بحث ہے۔ البتہ جنگ کے بعد اس مسئلہ پر عاجلانہ توجہ مبذول کرنے کی ضرورت لاحق ہوگی۔

(۷)۔ باب حکومت اس موقع پر خلوص دل سے دست بدعا ہے کہ اشرف شاہانہ بارگاہ آسمانی جاہ بجاہ دائم و قائم رہے حضرت اقدس و اعلیٰ کے اقبال و اقتدار کو روز افزوں عروج عطا فرمائے اور حضرت ظل سبحانی کے سایۂ عاطفت میں مملکت کو ہنشاشانی دن دونی رات چوگنی ترقی حاصل ہو۔

(۸)۔ آمین دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

۔۔ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ

کام کی باتیں

(۱)۔ ۱۴ تیر ۱۳۵۳ف روز جمعہ سے شہر حیدرآباد میں راتب بندی نافذ ہوگی۔

(۲)۔ اگر آپ کو راتب کارڈ نہ ملا ہو تو اپنے حلقہ کے دفتر راتب بندی کو مطلع کیجئے۔

(۳)۔ ۱۴ تیر ۱۳۵۳ف سے قبل کسی راتب کی دوکان پر اپنا کارڈ رجسٹر کروا لیجئے۔

کلام اقبال کی دقتیں

اور ان کی تشریح کی ضرورت

از

جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب ایم اے ڈی لٹ لیکچرر یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

(۳)

اقبال کی شخصیتیں

اقبال کے کلام میں عہد قدیم اور عہد جدید کی بہت سی شخصیتوں کا ذکر آتا ہے، جن میں سے بعض علمی اور روحانی نامور ہیں۔ ان کا تذکرہ آئندہ اقبال کے ذکر میں آئے گا۔ لیکن ان کے علاوہ اقبال کے "ہیروز" اور بھی ہیں جن کی یاد کو اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی سیرت کی عظمت سے اقبال متاثر ہیں۔ مگر بعض ایسے بھی ہیں جن کی سیرت عبرت پذیری اور نصیحت آموزی کے لئے سامنے پیش کی گئی ہے۔

اقبال کی شخصیتوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان میں انبیاء علیہم السلام بھی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی، بادشاہ بھی ہیں اور سیاست دان بھی، ارباب بزم بھی ہیں اور اصحاب رزم بھی، مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، خدا شناس بھی ہیں اور خانقاہ پرست بھی، مصلح بھی ہیں اور فساق بھی۔ غرض قدیم و جدید تاریخ عالم کی بیشتر نمایاں شخصیتیں کلام اقبال کے ضمن میں زیر بحث آتی ہیں۔ مطالعہ اقبال کے سلسلے میں ان مشاہیر کا مکمل تعارف از بس ضروری ہے تاکہ عام مطالعہ کرنے والے حضرات ان ناموروں کے خواص اور صفات و خصائص پر غور کر سکیں جن کی خاطر اقبال نے ان کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا ہے۔

مثال کے طور پر جاوید نامہ کے بعض اشخاص کو لیجئے، مثلاً شرف النساء، صادق اور جعفر اور سید جمال الدین افغانی وغیرہ۔

اقبال کی تضمینات

اقبال کے کلام میں تضمینات بھی بکثرت ہیں۔ بانگ درا، پیام مشرق، جاوید نامہ، ضرب کلیم، زبور عجم اور بال جبریل میں شعراء کے اشعار کی بہت سی تضمینیں ملتی ہیں، جن میں سے بعض مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے محتاج تشریح نہیں۔ مگر بعض ایسی بھی ہیں جن کا مجمل علم اقبال کے مطالعہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً انیسی شاملو، رضی، نظیری، عرفی، فیضی، مرزا بیدل، کلیم، صائب، غنی، مرزا مظہر جان جاناں وغیرہ کی تضمینات۔

تضمینوں کے سلسلے میں یہ بھی بتانا ضروری ہوگا کہ کسی خاص شاعر کو اقبال نے کیوں پسند کیا اور جس شعر کی تضمین کی ہے اس میں خاص خوبی کیا ہے، یا اس کا ان کے موضوع بحث سے کیا تعلق ہے۔

میں نے اس بحث کو اپنے ایک مضمون "اقبال کے محبوب فارسی شاعر" میں قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس موقع پر میں صرف ایک مثال پر اکتفا کروں گا۔

مندرجہ بالا فہرست میں ایک شاعر رضی دانش بھی ہے۔ اقبال نے اس کے ایک شعر کی تضمین کی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو رضی کے اس شعر کی شوخی سے دلچسپی پیدا ہوئی۔

تاک را سرسبز کن اے ابر نیسان در بہار
قطرہ تا مے می تواند شد چرا گوہر شود

اس شعر کے جواب میں دارا شکوہ نے یہ شعر لکھا تھا۔

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

ان شعراء کے حالات معلوم ہونے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جائے گا کہ ان کی سیرت اور شاعری میں اقبال کے لئے خاص وجہ کشش تھی۔ ان تضمینوں کا جائزہ لینا اس اعتبار سے بھی ہمارے لئے مفید ہے کہ ہم ان کے ذریعہ اقبال کی محبوب کتابوں اور مطالعہ کتب کے سلسلے میں ان کے طریقوں سے بھی واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

اقبال کی تلمیحات اور کتابوں کے حوالوں کی تشریح بھی اسی ضمن میں آتی ہے۔ تلمیحات کا ایک حصہ فرہنگ اقبال میں شامل ہونا چاہئے لیکن تلمیحات ایسی بھی ہوں گی جو اس میں شامل نہیں کی جا سکتیں۔ ان کی تشریح کے لئے شارح کو الگ انتظام کرنا ہوگا۔ کلام اقبال میں بہت سی کتابوں کا ذکر آیا ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ایک عام مطالعہ کرنے والا بسا اوقات ان اجنبی اور نامانوس ناموں سے گھبرا اٹھتا ہے، اور اقبال سے شیفتگی کے باوجود مطالعہ کلام کو ترک کر دیتا ہے۔

اقبال کے پسندیدہ امکنہ و مقامات

عقائد و خیالات اگرچہ روحانی حقائق کا درجہ رکھتے ہیں، اور ان کو کسی خاص مکان اور مقام کے ساتھ محدود اور وابستہ نہیں کیا جا سکتا، تاہم اقوام کی تاریخ میں مکان اور مقام کو ہمیشہ سے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ قید مقامات سے آزاد ہونے کے باوجود اقوام اپنے ماضی کی محسوس یادگاروں کو زندہ رکھنا چاہتی ہیں، اور ان کے لئے اپنے دل میں اس درجہ محبت رکھتی ہیں کہ ان کا تذکرہ سوئی ہوئی شخصیتوں کو جگا سکتا ہے اور مردہ جذبات کی بیداری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اقبال کے کلام میں اسلامی دور کے بعض شہروں کا تذکرہ بار بار آتا ہے۔ یہ وہ شہر ہیں جو کسی زمانہ میں اسلامی عظمت اور تہذیب کے مرکز تھے۔ ان کے در و دیوار سے علم اور تمدن کے سرچشمے جاری تھے اور ان کے گلی کوچوں میں شرف انسانیت کا نور برستا تھا۔ اقبال کی شاعری تہذیب و ثقافت کے ان کھنڈروں کی مرثیہ خواں ہے۔ اگر ہم ان محبوب بستیوں کے ساتھ اقبال کی وابستگی کے اسباب سے واقف ہو جائیں گے تو یقیناً ہم پیام اقبال کی گہرائیوں تک پہنچ سکیں گے۔ جہاں آباد دہلی، کابل، قرطبہ، روم، شیراز، اردو کا دکن، وادی کاویری، وادی لولاب کی طرح بے شمار شہر اور مقام ہیں، جن کی خصوصیات کا جاننا ہمارے ابتدائی فرائض میں سے ہے۔

اقبال کے اہم علمی مسائل کی تشریح

مطالعہ اقبال سے پہلے بطور تمہید و مقدمہ یا دیباچہ کی صورت میں ان اہم علمی مسائل کا مختصر اور سادہ تجزیہ ہونا چاہئے جن سے پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ بلکہ سب کتابیں بھری ہیں۔ حکمائے مشرق کی طرح اقبال نے حکمائے مغرب سے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اس لئے کلام اقبال میں جا بجا مشرقی اور مغربی حکمت کے بعض مسائل کی طرف اشارات ہیں۔ بعض اشعار میں کسی اسلامی یا مغربی حکیم کی پوری حکمت کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔ کہیں کہیں خاص خاص علمی اصطلاحات ہیں۔ عام مطالعہ کرنے والے محض شعر کے لطف و زبان سے لذت یاب ہو کر آگے چل دیتے ہیں اور شعر کے اصل مفہوم سے ناواقف رہتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کی علمی اصطلاحوں اور فلسفہ و حکمت کے مسائل و نکات کی آسان تشریح ابتدائی لوازم میں سے ہے۔ اس کی تشریح کے لئے دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ اقبال نے پیام مشرق کے باب "نقش فرنگ" میں "صحبت رفتگان" کے عنوان سے ایک مکالمہ لکھا ہے جس میں بعض حکمائے جدید و قدیم نے اپنے اپنے مسائل کا تذکرہ ایک ایک دو دو شعروں میں کیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے ٹالسٹائے، پھر کارل مارکس، پھر ہیگل، پھر مزدک، اور اس کے بعد کوہکن سب کو مخاطب ہو کر اپنا فلسفہ بیان کرتا ہے۔ ہیگل کہتا ہے۔

جلوہ دہد باغ و راغ ہمی مستور را
لیکن حقیقت جز عقل دا انگور را

فطرت اند او فیض قدرت بیکار داد
خواجہ و مزدور را آمر و مامور را

ان اشعار کے ساتھ ہیگل کے مخصوص فلسفہ جدل و پیکار کی شرح کس قدر ضروری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذیل کے اشعار میں برگساں کی حکمت کا جو خلاصہ موجود ہے، اس کو نمایاں اور متعین کرنے کی ضرورت ہے۔

پیام برگساں کے عنوان سے یہ اشعار پیام مشرق میں ہیں۔

تا بر تو آشکار شود راز زندگی
خود را جدا ز شعلہ مثال شرر مکن

بہر نظارہ جز نگہ آشنا بیار
در مرز و بوم خود چو غریبانہ گذر مکن
نغمے کہ بیشتر بہ اوہام باطل است
مقصد ہم سماں کہ او بے رہ دل است

آخری مصرعے میں برگساں کا فلسفۂ الہام وجدانی بیان ہوا ہے اس کے سمجھنے کے لئے برگساں کے خیالات کا ایک خلاصہ کتاب میں جو ناظر پوری ہے۔ پیام مشرق میں ایک دوسرے مقام پر حکمائے مغرب کی حکمت کا بیان ایک ایک شعر میں ہوا ہے۔

لاک۔ ساغرش را کہ ز بادۂ خورشید افروخت
ورنہ در محفل گل لالہ تہی جام آمد

کانٹ۔ فطرتش ذوق مے آئینہ فامے آورد
از شبستان ازل کوکب جامے آورد

برگساں۔ نہ مے از ازل آورد نہ فامے آورد
لالہ از داغ جگر سوز دوامے آورد

اس کے بعد بعض شعراء کے پیغام کی خصوصیت ان اشعار میں بیان ہوئی ہے۔

براؤننگ۔ بے پشت بود بادۂ سرجوش زندگی
آب از خضر بگیرم و در ساغر افگنم

بائرن۔ از دست تقدیر خون کرد مینہ داغ
آب از جگر بگیرم و در ساغر افگنم

غالب۔ تا بادۂ تلخ تر شود و سینہ ریش تر
بگدازم آبگینہ و در ساغر افگنم

رومی۔ آمیزشے کجا گہر پاک او کجا
از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم

ان اشعار میں ہر شاعری کا لب لباب موجود ہے جن کو بنیادی رجحانات کے بغیر سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ اس کے علاوہ حکمت، فلسفہ، فقر، سیاسیات، اجتماعیات، مذہب اور روحانیت سے متعلق سینکڑوں اشعار سے کلام اقبال میں اس انداز سے آجاتے ہیں کہ ان کی ماہیت معلوم کئے بغیر مطالعہ کرنے والا آگے نہیں بڑھ سکتا مثلاً خودی کا سرسری مفہوم، جماداتی کشش سے ابتدائی تصور، فقر اور اس کی بار بار تشریح، عشق، جمال اور جلال کی تعبیر، تقدیر اور توحید کے معانی، جمہوریت، آمریت اور اشتراکیت کی مجمل تعریف، فلاسفۂ یورپ کے خیالات کا خلاصہ، ان تمام امور و مسائل کے مختلف پہلوؤں سے واقف ہونا ضروری ہے، ورنہ اصحاب علم و نظر کے علاوہ، عام مطالعہ کرنے والوں کے بیشتر طبقات کلام اقبال کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ کلام اقبال درحقیقت خواص اور علماء کے غور و فکر کے لئے ہے۔ عوام تشریح و تعبیر کے بغیر اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

میں اس سلسلے میں ناظرین کرام کو خودی کے تصور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ تصوف نے ان حکمت خود کو مٹانے اور خودی کو فنا کرنے کی تلقین کی ہے۔ حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر فرماتے ہیں۔

با یار نشستیم و با خود ننشستیم
ورسان غیب حافظ فرماتے ہیں۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

جام تبریزی بھی اس قسم کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔

درمیان من و محبوب حجاب است جام
باشد آن روز کہ آن ہم ز میان برخیزد

نفی خودی تصوف کا بنیادی عقیدہ ہے، کیونکہ خودی کا احساس صوفیہ کے نزدیک ایک گناہ ہے۔

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب

اس عقیدے کی بنیاد اس خیال پر قائم ہے کہ انسان دراصل گلشن قدس کا ایک پھول تھا، اور ذات باری کا جزو۔ خداوند تعالیٰ کے شوق ظہور نے دنیا کو پیدا کیا، اور انسان کو اس کی بستی کا حاکم اور مالک بنایا، گویا کل نے جزو کو عارضی طور پر اپنے آپ سے الگ کر دیا، اب یہ جزو کل سے ملنے کے لئے بیقرار ہے، جب تک حجاب جسمانی موجود ہے، یہ جزو کل سے ہمکنار نہیں ہو سکتا، لہٰذا صوفیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خود کو مٹانا ہی تمام مسرتوں کا سرچشمہ اور راحتوں کا منتہا ہے، اس خیال کو تمام صوفی شعراء بڑی قوت اور بڑے جوش کے ساتھ ظاہر کرتے آئے ہیں۔

خواجہ حافظ فرماتے ہیں:۔

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود
آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

نظیری کی بھی غزل بھی اسی مضمون کی حامل ہے۔

در آن گلشن ہوا بودم کہ مستی زاد از نرگس
در آن محفل صفا بودم کہ عشق از حسن شد پیدا
بزحمت انتقال افتد چو پیوندے بریدا زہم
کہ بعد مدت قطرہ دریائی شود چوں قطرہ شد دریا

رومی کی مثنوی کے ابتدائی اشعار کا مضمون بھی یہی ہے۔

از نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح درد اشتیاق

تصوف کے اس عقیدے کا اثر اس قدر گہرا اور ہمہ گیر ہے کہ خود علامہ اقبال نے اپنی ابتدائی نظموں میں یہ رنگ قبول کیا، اور یہی صوفیانہ تخیل، چنانچہ ایک نظم میں فرماتے ہیں۔

مجھ سے خبر نہ پوچھ حجاب وجود کی
شام فراق صبح تھی میری نمود کی
وہ دن گئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا
زیب درخت طور مرا آشیانہ تھا
وغیرہ

اس سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ خود کو جو کل وجود میں تفریق کا سبب ہے مٹانا تصوف کے مسائل میں سے ہے، اس کے برعکس اقبال نے خودی اور بیخودی کا ایک نیا تصور ہمارے سامنے رکھا ہے جس کا مفہوم مخالف، نفسیاتی، سیاسی یا عرفانی ہے، اسرار خودی سے لے کر ارمغان حجاز تک سب کتابوں میں یہ تصور روح رواں کا درجہ رکھتا ہے، جس طرح گوشت کو ناخن سے جدا نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح تصور خودی کو اقبال کے نظام فکر سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ خودی کا یہ تصور، بظاہر تصوف کے عقیدۂ خودی کے بالکل ضد ہے، اگر صوفی خود کو مٹا کر کمال کی معراج پر پہنچنے اور پہنچانے کا مدعی ہے تو اقبال خودی کی تربیت کے ذریعے شرف انسانیت کو اعلیٰ مدارج سے روشناس کرانے کا دعوے دار، ایک کے نزدیک خودی کی موت میں حیات ہے، اور دوسرے کے نزدیک خودی کی حیات میں زندگی اور اس کی موت میں حالت ہے، یہ ایک تضاد ہے اور بہت بڑا تضاد ہے، جس کو رفع اور دونوں مسائل کا ابتدائی تجزیہ کرنا مطالعہ اقبال کی تسہیل کے لئے ضروری معاون ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا تصریحات سے ایک اور ضروری سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اقبال تصوف کو کس نظر سے دیکھتے ہیں کلام اقبال کے ناقص مطالعہ کی وجہ سے ایک خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ اقبال تصوف کے مخالف تھے، لیکن کیا یہ خیال صحیح ہے! میں سمجھتا ہوں کہ مروجہ تصوف کے بعض بیانات اور تاثر چاہے سے قطع نظر ہماری تہذیب اور ہمارے علوم بہت بڑی حد تک صوفیوں کے قرابت حسنہ کے رہین منت ہیں یہاں تک کہ قبل کے ظاہر ہے مذہب اور دین کی جتنی خدمت کی ہے صوفیائے کرام نے کسی طرح اس سے کم خدمت انجام نہیں دی، اور غیروں نے کتنوں کو ایمان و ایقان کی دولت سے بہرہ ور کیا ہے، یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ امام ابن تیمیہ جو تصوف کے بڑے مخالف خیال کئے جاتے ہیں وہ بھی علامہ ابن قیم کے بقول تصوف کی روح کے منکر نہ تھے (ملاحظہ ہو اقتضاء الصراط المستقیم اور مدارج السالکین) پھر کیا علامہ اقبال اس تصوف کے مخالف ہو سکتے ہیں؟ میرے خیال میں اقبال کے متعلق یہ رائے قائم کر لینا کسی طرح بھی درست نہیں لیکن مسائل اقبال کی صحیح تشریح کے بغیر اس قسم کی سینکڑوں غلط فہمیوں کے پیدا ہونے کا امکان ہے۔

علامہ اقبال تمام برگزیدہ صوفیوں کے مداح ہیں، اور ان میں بعض کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت بھی پیش کیا ہے جو ان کے کلام میں موجود ہے لیکن آخری عمر میں منصور حلاج کی نسبت ان کا خیال بہت بڑھ گیا تھا، اس کی کتاب الطواسین اقبال کی محبوب کتابوں میں سے تھی، یہ امر بھی دوسرے بہت سے مسائل کی طرح قابل تشریح ہے کہ اقبال اپنی تخیلات میں منصور کو اتنا اہم درجہ کیوں دیتے ہیں۔

میں نے اقبال کے مسائل مہمہ کی تشریح کے سوال کو اس لئے زیادہ اہمیت دی ہے کہ ان کے صحیح اور معین تصور کے بغیر کلام اقبال مبہم ہو کر رہ جاتا ہے، اور مطالعہ کرنے والے سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی کہتے ہیں۔

ع حیرت اندر حیرت است و گل است

(باقی)

حکم فراہمی مواد ذخائر اجناس

خوردنی کا خلاصہ

۱۔ اس حکم کا تعلق اُن تمام کاشتکاروں، بیوپاریوں، غلہ فروشوں، خانہ داروں، ہوٹلوں اور اس قبیل کے دیگر پیشہ داروں سے ہے جن کے قبضہ میں دھان، چاول، جوار، باجرہ، گیہوں، مکئی، چنا، دالیں اور چھوٹے دانہ دار اجناس میں سے کوئی ایک جنس یا ایک سے زائد اجناس بحیثیت مجموعی (۱۰) من یا اس سے زائد مقدار میں موجود ہو۔

۲۔ حکم یہ ہے کہ اشخاص متذکرہ صدر پر لازم ہوگا کہ ہر فصلی ماہ کے ختم پر اُن کے مقبوضہ اجناس خوردنی کی مقدار کی تحریری اطلاع اردو یا مقامی زبان میں ماہ مابعد کی بیس تاریخ تک بلدہ حیدرآباد میں کوتوال صاحب بلدہ کو، مستقر اضلاع و تعلقات میں تحصیلدار صاحبان متعلقہ کو اور مواضعات و قصبات میں پٹیل و پٹواریوں کو دیں۔

۳۔ ایسی اطلاع روانہ کرنے کے بعد اگر اشخاص متذکرہ صدر کے قبضہ میں کوئی ایک جنس یا ایک سے زائد اجناس بحیثیت مجموعی (۱۰) من سے زائد مقدار میں بوقت واحد آئیں تو اُن پر لازم ہوگا کہ اس واقعہ کی تحریری اطلاع (۲۴) گھنٹوں کے اندر متعلقہ عہدہ داروں کو دیں۔

۴۔ اس حکم کی خلاف ورزی کی سزا تین سال کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکیں گی اور وہ اجناس ضبط کئے جاسکیں گے جن کے متعلق خلاف ورزی ہوئی ہو۔

حکم نگرانی اجناس خوردنی کا خلاصہ

۱۔ اس حکم کا تعلق افراد ذیل سے ہے۔

(الف) تمام خوراک و چلر بیوپاری جو دھان، چاول، گیہوں (بشمول آٹا، میدہ، روا، سوجی وغیرہ)، جوار، باجرہ، چنا، ہمہ اقسام، مونگ اور دیگر چھوٹے دانہ دار اجناس، مسور، تور، لوبیا، بٹر، لاک، ارد، بیانہ اور ان کی دالیں اور مکئی کا بیوپار کرتے ہوں۔

(ب) تمام کاشتکار جو سالانہ ایک سو یا اس سے زائد روپیہ مالگزاری ادا کرتے ہوں۔

(ج) تمام وہ اشخاص جن کے قبضہ میں کوئی ایک جنس یا ایک سے زائد اجناس خوردنی بحیثیت مجموعی (۵۰) من سے زائد مقدار میں موجود ہو۔

۲۔ ایسے تمام اشخاص کو حکم دیا جاتا ہے کہ اضلاع و تعلقات میں تحصیلدار صاحبان سے اور بلدہ حیدرآباد میں ناظم صاحب راتب بندی سے اجازت نامہ جات حاصل کریں اور ان کے شرائط کی پابندی کریں۔

۳۔ ایک مقررہ نمونہ کی درخواست پیش کرنے پر اجازت نامہ بلا اقساط فیس عطا کیا جائے گا۔

۴۔ اجازت نامہ حاصل نہ کرنے کی سزا تین سال کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکیں گی اور وہ اجناس بحق سرکار ضبط کئے جاسکیں گے جن سے متعلق حکم ہذا کی خلاف ورزی ہوئی ہو۔

۵۔ اس حکم کے مقاصد یہ ہیں:۔

(الف) اجناس خوردنی کی مقدار ان کے محل وقوع اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق صحیح اور تازہ ترین معلومات حاصل کرنا۔

(ب) یہ معلوم کرنا کہ غلہ کے تاجروں میں نیک نیت کون ہے اور سٹہ باز یا نفع اندوز کون ہے۔

یہ حکم ہندستان کے اکثر حصوں میں نافذ ہے اور اس کی بدولت حکومتیں اس قابل ہوئی ہیں کہ اجناس خوردنی کی مصنوعی قلت کا مقابلہ کرسکیں۔

راتب بندی سے متعلق مزید ہدایات

راتب کارڈ کی رجسٹری

محکمہ راتب بندی کی جانب سے شہر حیدرآباد کے ہر مستقل باشندہ کو سال بھر کا ایک راتب کارڈ دیا جارہا ہے۔ ہر راتب کارڈ پر راتب کے اجناس (چاول، گیہوں، جوار، باجرہ، اور شکر) کے (۵۲) خانے ہیں۔ راتب کارڈ ملنے کے بعد ہر شہری پر لازم ہے کہ وہ:۔

(۱) اپنا راتب کارڈ حفاظت سے رکھے۔

(۲) راتب کارڈ اپنے محلہ کی کسی ایک راتب بندی کی دوکان میں اُس تاریخ سے جس کا اعلان کیا جائے گا درج رجسٹر کرائے۔

(راتب بندی کی دوکانوں کی فہرست متعلقہ وارڈ راشننگ آفس پر دیکھی جاسکتی ہے۔)

(۳) راتب بندی کی ہر دوکان پر زرد رنگ کا بورڈ ہوگا جس پر نیلے رنگ سے "دوکان راتب بندی" اور اس کا نمبر لکھا رہے گا۔ دوکاندار کارڈ کا نمبر اپنے رجسٹر میں درج کرے گا۔ اس کا ٹکڑا جدا کرکے اپنے پاس رکھے گا اور اصل کارڈ پر دوکان کے اجازت نامہ کا نمبر اور اپنے دستخط ثبت کرکے واپس کردے گا۔

(۴) اگر آپ کسی آرگنائزیشن، فیکٹری یا ایسی دوکان میں ملازم ہیں جو اپنے ملازمین کے لئے غلہ کی دوکان علحدہ چلا رہی ہے اور وہ دوکان محکمہ راتب بندی کی اجازت یافتہ بھی ہے تو ایسی دوکان پر بھی راتب کارڈ درج رجسٹر کرایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ انجمن امداد باہمی کے رکن کی قائم کی ہوئی دوکان یا اسٹور پر بھی اپنا راتب کارڈ درج رجسٹر کراسکتے ہیں۔

(۵) راتب بندی کے ہر دوکاندار کو صرف دو ہزار کارڈ درج رجسٹر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(۶) راتب کارڈ راتب بندی کی کسی دوکان پر ایک مرتبہ درج رجسٹر کردینے کے بعد اس کو متعلقہ راشننگ آفیسر کی اجازت کے بغیر راتب بندی کی کسی دوسری دوکان پر منتقل نہیں کیا جاسکتا۔

نقل مقام کی اطلاع

راتب بندی کے انتظامات شروع ہوچکے ہیں اور ہر شہری کو راتب کارڈ اس کے مکان پر پہنچایا جارہا ہے اس لئے اب یا راتب بندی کے بعد اپنا مکان یا محلہ بدلنے کی صورت میں محکمہ راتب بندی کو اس کی اطلاع دینا بہت ضروری ہے۔

راتب کارڈ میں سوراخ دیکھئے۔

یا دن ہفتوں کے لئے جاری کئے ہوئے راتب کارڈ پر ایک دائرہ بنا ہوا ہے جس کے اطراف ایک جملہ یعنی حسب ذیل لکھی ہوئی ہے "ایک یونٹ (اکائی) منظور ہونے کی صورت میں سوراخ کیا جائے"۔

یہ ہدایت راتب کارڈ تقسیم کرنے والوں کے لئے ہے۔ سوراخ صرف اس کارڈ میں کیا گیا ہے جو بارہ سال یا اس سے کم عمر کے بچوں کے نام جاری ہوئے ہیں جن بچوں کے لئے روزانہ راتب کی مقدار ایک اکائی یعنی پاؤ سیر مقرر کی گئی ہے۔ لیکن بعض اشخاص روزانہ دو اکائیاں یا آدھ سیر راتب منظور ہونے کے باوجود غلطی سے اس دائرہ میں سوراخ کررہے ہیں اس طرح سوراخ کرنے سے ان کے مقررہ کی ہوئی راتب کی مقدار آدھ سیر کی بجائے پاؤ سیر رہ جائے گی۔

راتب بندی کی تاریخ کا انتظار کیجئے
کیونکہ
راتب بندی نافذ ہونے کے بعد ہر شہری کو ماہانہ ایک سیر شکر دی جائے گی۔

ہندوستان کا مستقبل سماجی انصاف

کی بنیاد پر تعمیر کیا جائیگا

بقیہ سلسلہ صفحہ (۴)

سے بالکل مختلف بنا رکھی ہے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں دولت کی بہتر تقسیم کرنی ہوگی ۔ بے روک تعلیمی جیت اور خون ریز مقابلے کو سماج کے نام سے خارج کرنا ہوگا۔ تعلیم اور تہذیب کے سارے وسائل کو عام کرنا ہوگا اور حقوق اور فرائض میں جو دوری پیدا ہوگئی ہے اس کو مٹانا ہوگا۔ ہندوستان میں ایک ایسے سماج کی بنیاد ڈالنا ناممکن نہیں کیونکہ یہاں ابھی تک سرمایہ داری نے اتنی ترقی نہیں کی اور نہ اس کی جڑ اتنی مضبوط ہوئی ہے کہ اس کے سوچے بالکل اکھاڑے نہ جاسکیں۔

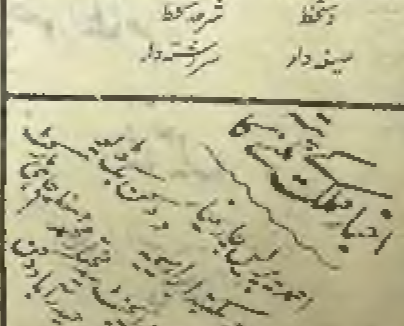
علاوہ اس کے شاید ہمارے دلوں میں روپے کی محبت ابھی اتنی گہری نہیں کہ اس کی وجہ سے ہر مفید تحریک ناکام ہو جائے ہمارے فلسفے اور مذاہب کی تعلیم کا رجحان یاد رہنا چاہئے کہ دولت سے اندھا دھند دل نہ لگاؤ اور اس کے خرچ کرنے میں خدا کے خوف اور اس کے بندوں کی ضرورت کو بھی پیش نظر رکھو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ پچھلے دو سو برس میں چاندی سونے کے سکے ہمارے ملک میں بہت زیادہ چالو ہوگئے ہیں۔ اور اب بہت سے لوگ اکثر چیزوں کو بلکہ زندگی کی بہترین قدروں کو اس جھوٹی کسوٹی پر پرکھنے لگے ہیں۔ لیکن خاص خاص گروہوں کو چھوڑ کر عام ہندوستانیوں کے دل میں چاندی سونے کے بتوں کو پوجنے کی خواہش اتنی شدید نہیں جتنی بعض اور ملکوں میں ہے اس لئے یہاں ایک ایسے سوسائٹی کو قائم کرنا ممکن ہے جس میں دولت سماج کے سر پر بھوت بن کر سوار نہ ہو جائے بلکہ سماج کی خدمت کرنا اپنا سعادت سمجھے۔

لیکن سماج میں انصاف اور مساوات کی حکومت قائم کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عام لوگوں کا معیار زندگی بڑھایا جائے اور انہیں افلاس اور بے علمی کے پنجے سے رہائی دی جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں سائنس سے کام لینا ہوگا۔ جو لوگ اس سائنس کے زمانے میں صرف دستکاری کا پرانا نظام قائم رکھنا چاہتے ہیں وہ یا تو محض کیسے کے متعرض ہیں یا سائنس کی موجودہ ترقی کے بعض خراب نتیجوں سے گھبرا کر جو اتفاقیہ طور پر یا انسان کی حماقت کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں، سرے سے سائنس ہی کو خیرباد کہہ دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ انسان کی علمی اور اخلاقی جہالت کی تو ہیں ہے اور انسانی ترقی کے راستے میں روڑے اٹکانا ہے۔ اگر ہم سائنس کی قوتوں سے پورا فائدہ اٹھائیں تو اس کے ذریعے ہم

گے۔ ایک تو ملک کی پیداوار اتنی بڑھ جائے گی کہ ہر شخص کو ضرورت کے موافق روٹی کپڑا مل سکے گا۔ بچوں کی تعلیم کا پورا انتظام ہو سکے گا۔ لوگوں کے بسنے کے لئے مکان اور تفریح کے لئے باغ عجائب خانے، کتب خانے، کلب وغیرہ مہیا ہو سکیں گے۔ دوسرے اس کی بدولت ہماری فرصت میں اضافہ ہو سکتا ہے کیونکہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اگر سائنس کی طاقت سے ٹھیک طرح کام لیا جائے تو دنیا کی تمام آبادی کی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہر شخص کو صرف چار گھنٹے روز کام کرنا کافی ہے۔ اگر تعلیم اور دوسرے سماجی ادارے لوگوں کو اس فرصت کا ٹھیک استعمال کرنا سکھا دیں تو ان کی جمالی اور تخلیقی قوتوں کی نشوونما ہوگی اور علوم و فنون تہذیب و تمدن ان کی بدولت مالا مال ہو جائیں گے۔ میرے نزدیک ہندوستانی تہذیب کی اخلاقی قدر و قیمت کی اصلی جانچ یہ ہے کہ ہم اس نئی قوت اور بڑھی ہوئی دولت کا استعمال کس طرح کرتے ہیں اور اس کو خلق کے لئے رحمت بناتے ہیں یا زحمت۔ جب سرمایہ داری کا دل اور دماغ صنعت و حرفت کی مشین کو چلاتا ہے تو سماج اس سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بلکہ افراد کی دولت مندی کی خاطر باقی سب لوگ افلاس میں گرفتار ہو جاتے ہیں لیکن اگر مشین کے چلانے والوں میں شرافت، ہمدردی اور مل جل کر کام کرنے اور اسباب کو کھانے کی صلاحیت ہو تو یہی چیز ایک نئے اور بہتر سماج کی بنیاد بن سکتی ہے ہمیں یہ پرانا خیال ترک کرنا ہوگا کہ زندگی کے مادی مسائل (کم سے کم دوسروں کے لئے) حقیر اور غیر ضروری ہیں اور ان کے لئے جدوجہد کرنا بیکار ہے۔ اور ایک نیک آدمی کا کام صرف یہ ہے کہ وہ گیان دھیان، ریاضت اور عبادت میں مصروف رہے۔ اس غلط اصول کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ بیماری جہالت اور افلاس کو مجبوراً قبول کر لیتے ہیں کہ ان کو دور کرنا غیر ضروری یا ناممکن ہے گویا وہ نظام کائنات کا لازمی جزو ہیں۔ ہم کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ ایک شخص جسے دو وقت پیٹ بھر کر روٹی میسر نہیں علم اور اخلاق کے بلند مسلکوں میں یا فنون لطیفہ کے شاہکاروں میں واقعی دلچسپی لے گا۔

۳۔ پھر کوئی عذر تمہارا قابل مسموع نہ ہوگا۔
لہذا۔ اشتہار آج بتاریخ ۲۰ ماہ [illegible] سنہ [illegible]
میری دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ فقط

دستخط	شرح دستخط
سینئر دار	سررشتہ دار



اشتہار

حاضری مدعی علیہ بمجریہ عدالت دیوانی منصفی تعلقات [illegible] وغیرہ جاگیر واقع ۲۰ ماہ [illegible]

نمبر مقدمہ [illegible]

باجلاس عالیجناب مولوی عبدالعزیز خانصاحب بی اے ایل ایل بی منصف

مدعی	مدعی علیہ
حبیب حسن	بھیکو مل

دعوے

دلایابی مبلغ [illegible] بنام بھیکو مل ولد [illegible] قوم [illegible] عمر ۲۲ سالہ پیشہ تجارت سکونت قصبہ [illegible] حال ساکن قصبہ [illegible] تعلقہ [illegible] اورنگ آباد۔

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان بالا تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن عدالت ہذا سے جاری کئے گئے لیکن سمن کی تعمیل تمہاری ذات پر نہ ہو سکی اس لئے ذریعہ ہذا تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ تم اندرون تاریخ ۱۳ ماہ [illegible] اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ کی پیروی و جوابدہی کرو۔ بصورت عدم حاضری تمہارے مقابلہ میں حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی پھر تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ [illegible] میری دستخط و مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ فقط

سید احمد علی
سررشتہ دار

اشتہار

حاضری مرتبہ عدالت منصفی صلقہ [illegible] ضلع کریم نگر۔ مورخہ ۲۰ ماہ [illegible]

نمبر مقدمہ [illegible]

باجلاس خالد عبدالرحیم۔ بیرسٹرایٹ لا
ناظم [illegible] تعلقہ [illegible]

نام فریقین۔ [illegible] بنام جوگولی وینکٹ [illegible]

نوعیت مقدمہ۔ (کمار [illegible])

بنام جوگولی وینکٹ [illegible] ولد [illegible] قوم [illegible] عمر [illegible] سال پیشہ زراعت ساکن موضع [illegible] تعلقہ [illegible] مقام موضع [illegible] تعلقہ [illegible]۔

ہرگاہ ڈگری دار نے تمہارے مقابلہ میں درخواست تعمیل بابتہ ڈگری پیش کیا ہے جس کی جوابدہی کیلئے تمہارے مقام مسکونہ پر سمن اجرا کیا گیا تھا۔ وہ بوجہ عدم موجودگی تمہارے مسکونہ مقام پر چسپاں کیا گیا۔ تم حاضر نہیں ہوئے۔ اور اب حسب استدعائے ڈگری دار تمہاری حاضری کے لئے اشتہار اخبار میں شائع کیا جاتا ہے اور تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بتاریخ [illegible] ماہ [illegible] یوم چہارشنبہ بوقت [illegible] اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر مقدمہ ہذا کی جوابدہی کرو۔
ورنہ حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی

احمد حسینی پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) دفتر نگہت سائکچہ توپ سے شائع ہوا۔